عالمی مذاہب میں عورت کا مقام (تقابلی مطالعہ)

(comparative analysis of the women rights in Islam and other religions)

☆ڈاکٹر محمد ریاض خان الازہری

☆ قاری محمد فیاض

Abstract

Islam which is considered the religion and code of life of humanity is also the fore runner of the women rights.it not only restored their last glory as the sacred mother, daughter, wife and sister but also give them equal share in social life and give prime importance to them in decision making. As Islam is the youngest of all human religions therefore all the short comings regarding women rights is fulfilled and given in Islam. This comparative study will analyses the women status in all religions and will compare it with the same in Islam.

Key words: Women rights, religion, importance, analysis.

کائنات میں اللہ رب العالمین نے زندگی کا نظام چلانے کے لئے مرد کے ساتھ عورت کو بھی پیدا کیا، ان کا دائرہ کار متعین کیا اور پھر اس نظام زندگی کو چلانے کے لئے مرد اور عورت کے حقوق و فرائض متعین کئے جس میں ہر ایک صنف اپنا حصہ وصول کرنے کے ساتھ ساتھ دوسری صنف کے فرائض بھی ادا کرنے کا پابند ہے تا کہ کسی ایک میں بھی احساس محرومی اور رد عمل پیدا نہ ہو۔ انسان اور انسانی تہذیب جہاں اپنی فطری کمزوری کے سبب افراط و تفریط کا شکار ہوتی ہے وہاں سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ قدیم جاہلیت نے سارا زور مرد کی برتری ثابت کرنے پر لگا دیا اور جدید جاہلیت نے رد عمل کا شکار ہو کر عورت کو برابری کی دوڑ میں شریک کرنا چاہا لیکن وہ اپنی حیثیت سے آگے نکلی کہ اب اسے بالمقابل کھڑا مردست لگ رہا ہے۔

ان ادوار کے درمیان دورِ اسلام کو اگر ہم دیکھتے ہیں تو وہاں سورۃ التکویر کی آیت ہمارے سامنے آجاتی ہے۔

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ () بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ(1)۔

"اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنا دی گئی ہو پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے جرم میں ہلاک کی گئی"۔

سورۃ التکویر کی اس آیت کی صدا سے جو مقدمہ اللہ کی عدالت میں درج ہوتا ہے اس کے جواب میں اسلام میں کائنات پر عورت کی عظمت اور اس کا مقام ہر مرد کا جزو لاینفک بنا کر دونوں کے درمیان حقوق و فرائض کا جو متوازن نظام تشکیل دیا وہ قابل عمل

....

☆ اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

☆ اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

بنایا گیا جو آج بھی بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے رہنما اصول ہیں۔ کیونکہ اسلام ایک مضبوط پائیدار معاشرہ کی بقاء چاہتا ہے۔ اس کے لیے خاندان کا استحکام، معاشرہ کا استحکام اور خاندان کی بربادی معاشرہ کی بربادی ہے۔

مختلف مذاہب میں عورت کا مقام:

الف۔ عورت کا مقام یونانی اور رومی تہذیب میں:

یونانیوں اور رومیوں نے تہذیب و تمدن اور علوم و فنون میں اس قدر ترقی کی کہ اس بنیاد پر بہت سی تہذیبیں اور بہت سے علوم وجود میں آئے لیکن ان کے ہاں عورت کا مقام بہت ہی بے وقعت تھا، عورت کو انسانیت پر بار سمجھتے تھے اور اس کا مقصد ان کے نزدیک سوائے اس کے کچھ نہیں تھا کہ خادمہ کی طرح گھر والوں کی خدمت کرتی رہے (2)۔ اہل یونان اپنی معقولیت پسندی کے باوجود عورت کے بارے میں اپنے تصورات رکھتے تھے، ان کا قول تھا:

" آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کے ستر کا مداوا محال ہے"(3)۔

اسی طرح منفی تعلق دو تہائیوں کے درمیان حرکت کرتا رہا۔ ایک مرتبہ صرف اسے حیوانی تعلق سمجھا گیا، پھر شیطانی گندگی اور نجاست خیال کیا گیا اور پھر دوبارہ حیوانی تعلق خیال کیا گیا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر مغرب کے جاہلی نظام ہائے حیات میں کبھی اس مسئلہ میں ایسا کوئی معتدل رویہ اختیار نہیں کیا گیا جو انسان کی فطرت کے مناسب ہو۔ ان کے یہاں عورت کے بارے میں یہ تصور کبھی بھی نہیں ابھرا کہ عورت نفس انسانی کا ایک حصہ، جنس بشری کی خالق، بچوں کے کاشانہ زندگی کی محافظ اورانسان کے عناصر وجود کی امانت دار ہے اور کسی نظام اور عمل کی بہتری کی بجائے اسے انسان کی فلاح و بہبود کے فرائض انجام دینا ہے(4)۔

افلاطون نے بلاشبہہ مرد اور عورت کی مساوات کا دعویٰ کیا تھا لیکن یہ تعلیم محض زبانی تھی عملی زندگی اس سے بالکل غیر مؤثر تھی ۔ ازدواج کا مقصد خالص سیاسی رکھا گیا یعنی یہ کہ اس سے طاقتور اولاد پیدا ہو جو حفاظت ملک کے کام آئے اور یونان کے قانون میں تو یہ تصریح موجود تھی کہ کمسن وضعیف شوہروں کو اپنی بیویاں کسی نوجوان کے حبالہء عقد میں دے دینا چاہیے تاکہ فوج میں قوی سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ ہو(5)۔

یونانیوں کے بعد جس قوم کو دنیا میں عروج نصیب ہوا وہ اہل روم تھے، عورت کا مرتبہ رومی قانون نے بھی ایک عرصہ دراز تک نہایت پست رکھا۔ افسر خاندان جو باپ ہو تا یا شوہر اسے اپنے بیوی بچوں پر پورا اختیار حاصل تھا اور وہ عورت کو جب، جیسا چاہے گھر سے نکال سکتا تھا۔ جہیز یا دلہن کے والد کو نذرانہ دینے کی رسم کچھ بھی نہ ہوتی اور باپ کو اس قدر اختیار حاصل تھا کہ جہاں چاہے اپنی لڑکی کو بیاہ دے، بلکہ بعض دفعہ تو وہ شادی کر کے توڑ سکتا تھا۔ زمانہ مابعد یعنی دورِ تاریک میں یہ حق باپ کی طرف سے شوہر کی طرف منتقل ہو گیا اور اب اس کے اختیارات یہاں تک وسیع ہو گئے کہ وہ چاہے تو بیوی کو قتل کر سکتا تھا۔ 520ء تک طلاق کا کسی نے نام بھی نہ سنا(6)۔

اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل کے مصنف لکھتے ہیں کہ:

"رومی لوگ جب وحشت کی تاریکی سے نکل کر تاریخ کے روشن منظر پر نمودار ہوتے ہیں تو ان کے نظامِ معاشرت کا نقشہ یہ ہوتا ہے کہ مرد اپنے خاندان کا سردار ہے اس کو اپنے بیوی بچوں پر پورے مالکانہ حقوق حاصل ہیں بلکہ بعض حالات میں وہ بیوی کو قتل کر دینے کا بھی مجاز ہے(7)۔

یہاں بھی عورت کا مقصد خدمت اور چاکری سمجھا جاتا، مرد اسی غرض سے شادی کرتا کہ وہ بیوی سے فائدہ اٹھا سکے گا حتی کہ کسی معاملے میں اس کی گواہی تک کا اعتبار نہیں کرتا تھا۔ رومی سلطنت میں اس کو ثانوی طور پر کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ البتہ اس کی طبعی کمزوریوں کی بناء پر اس کو بعض سہولتیں دی گئیں تھی (8)۔

مزید یہ کہ اس میں شک نہیں کہ بعد کے ادوار میں رومیوں نے اس کو حقوق بھی دیئے لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کو مرد کے مساوی درجہ کبھی نہیں ملا۔ تہذیب وتمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ اہل روم کا نظریہ عورت کے بارے میں بدلتا چلا گیا، اور رفتہ رفتہ نکاح وطلاق کے قوانین اور خاندانی نظام کی ترکیب میں اتنا تغیر رونما ہوا کہ صورتِ حال سابق حالات کے بالکل برعکس ہوگئی۔ نکاح محض ایک قانونی معاہدہ (Ciricl contract) بن کر رہ گیا۔ جس کا قیام وبقا فریقین کی رضامندی پر منحصر تھا۔ ازدواجی تعلق کی ذمہ داریوں کو بہت ہلکا سمجھا جانے لگا۔ عورت کو وراثت اور ملکیت مال کے پورے حقوق دیئے گئے اور قانون نے اسے باپ کے اقتدار سے بالکل آزاد کر دیا۔ رومی عورتیں معاشی حیثیت سے نہ صرف خود مختار ہوگئیں بلکہ قومی دولت کا ایک بڑا حصہ بتدریج ان کے اختیار میں چلا گیا وہ اپنے شوہروں کو بھاری شرح سود پر قرض دیتی اور مالدار عورتوں کے شوہر عملاً ان کے غلام بن کر رہ جاتے۔ طلاق کی آسانیاں اس قدر بڑھیں کہ بات بات پر ازدواج کا رشتہ توڑا جانے لگا(9)

مشہور رومی فلسفی ومدبر سینکا سختی کے ساتھ رومیوں کی کثرت طلاق پر ماتم کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اب روم میں طلاق کوئی شرم کے قابل چیز نہیں رہی، عورتیں اپنی عمر کا حساب شوہروں کی تعداد سے لگاتی ہیں(10)۔

اس دور میں عورت یکے بعد دیگرے کئی کئی شادیاں کر جاتی تھیں۔ مارشل (43 تا 104ء) ایک عورت کا ذکر کرتا ہے جو دس خاوند کر چکی تھی۔ اسی طرح جو دینل (60 تا 130ء) ایک عورت کے متعلق لکھتا ہے کہ اس نے پانچ سال میں آٹھ شوہر بدلے۔ سینت جروم (340 تا 430ء) ان سب سے زیادہ باکمال عورت کا حال لکھتا ہے جس نے آخری بار تیسواں شوہر کیا تھا۔ اور اپنے شوہر کی بھی وہ اکیسویں بیوی تھی (11)۔

اس دورِ میں عورت مرد کے غیر نکاحی تعلق کو معیوب سمجھنے کا خیال بھی دلوں سے نکلتا چلا گیا یہاں تک کہ بڑے بڑے معلمین

اخلاق بھی زنا کو ایک معمولی چیز سمجھنے لگے۔ "اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل" کے مصنف لکھتے ہیں کہ کاٹو (CATO) جس کو 184ق م روم کا محتسب اخلاق مقرر کیا گیا تھا۔ صریح طور پر جوانی کی آوارگی کو حق بجانب ٹھہراتا ہے" (12)۔

ب۔ عورت کے بارے میں چرچ کا تصور:

کلسیاؤں کا ابتدائی اور بنیادی نظریہ یہ تھا کہ عورت گناہ کی ماں اور بدی کی جڑ ہے۔ مرد کے لیے معصیت کی تحریک کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ ہے۔ تمام انسانی مصائب کا آغاز اسی سے ہوا ہے۔ اس کا عورت ہونا ہی اس کا شرناک ہونے کے لیے کافی ہے۔ اس کو اپنے حسن اور جمال پر شرمانا چاہیے، کیونکہ وہ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ اس کو دائما کفارہ ادا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ وہ دنیا اور دنیا والوں پر لعنت اور مصیبت لاتی ہے (13)۔ مزید لکھتے ہیں کہ ترتولیاں (TERTULLIAN) جو ابتدائی دور کے آئمہ مسیحیت میں سے تھا۔ عورت کے متعلق مسیحی تصور کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے:

"وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے، وہ شجر ممنوع کی طرف لے جانے والی، خدا کے قانون کو توڑنے والی اور خدا کی تصویر مرد کو غارت کرنے والی ہے۔ اسی طرح کرائی سوسٹم (CHRYSOSTUM) جو مسیحیت کے اولیائے کبار میں شمار ہوتا ہے، عورت کے حق میں کہتا ہے: ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دل ربائی، ایک راستہء مصیبت" (14)۔

ج۔ ہندو مذہب اور خاتون:

ہندو مذہب دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں شمار ہوتا ہے۔ اس کے پیروکار کروڑوں کی تعداد میں اب بھی موجود ہیں، تاریخی اعتبار سے اسے ساڑھے تین ہزار سالہ قدیم مذہب کہا جاسکتا ہے (15)۔

ہندو مذہب باقاعدہ ایک نظام حیات ہے اور سماجی قوانین کے مجموعہ پر مشتمل ہے۔ وید اس کی مقدس کتب ہیں۔ جن کے ساتھ ساتھ اپنشد، پران، گیتا اور سماجی قوانین کے مجموعے شاستر بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں (16)۔

ہندو مذہب کا مرکز ہندوستان رہا ہے۔ ہندوستان ایک مذہبی ملک کی حیثیت سے دوسروں پر غالب رہا ہے۔ یہاں عورت کو غلامی اور محکومی کی زندگی سے نجات نہیں ملی بلکہ اس مذہب میں عورت کی تقدیس کو جس قدر بدترین تذلیل میں بدلا گیا اور جس قدر عورت کی مٹی اس مذہب میں پلید ہوئی وہ کسی اور مذہب میں نظر نہیں آتی۔ دو ہزار سال قبل مسیح ہندوستان میں عورت کا غلبہ تھا۔ عورت کو دیوتی کا درجہ حاصل تھا اور اس کی پرستش کی جاتی تھی مگر اس کے بعد آرین آئے تو انہوں نے اموی نظام کی کایا پلٹ دیا اور یہی قبائل مردانہ اقتدار کے ایسے رسیا ہوئے کہ انہوں نے عورت کی ذلت کو انتہا تک پہنچادیا حتیٰ کہ عورت کو ستی کہا جانے لگا اور اس کی وقعت خشک تنکے سے زیادہ نہ رہی (17)۔

ہندو مذہب میں عورت کے مقام کو اس کی مقدس کتب اور قوانین کی روشنی میں ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ قدیم بھارت کے معروف قانون درج منوراج نے جو قوانین عورتوں کے حقوق و آزادی کے حوالے سے وضع کیے ۔اس سے یہ اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں کہ عورت پیدائش سے لے کر موت تک آزادی اور خود مختاری کی فضا میں سانس لینے سے محروم کر دی گئی تھی۔ اس تناظر میں عورت سے متعلق منو کے درج ذیل مضحکہ خیز قوانین کا جائزہ ملاحظہ کیجئے:

A۔ کم عمر میں شادی:

ہندو دھرم میں کم عمر کی شادی کا باقاعدہ ایک ضابطہ موجود تھا جس کے تحت مرد کو یہ اختیار کلی دے دیا گیا کہ وہ نہایت کم عمر بچی سے شادی کر سکتا ہے۔ منو کے ضابطہ میں بیان کی گئی اس مثالی شادی کا تصور درج ذیل ہے۔

مرد جب سربراہ خانہ بنتا ہے اور اس کی عمر تیس برس کی ہے تو اسے اپنی پسند سے بارہ سالہ لڑکی سے شادی کرنی چاہیے جب کہ بیس سالہ شخص آٹھ سالہ لڑکی سے شادی کر سکتا ہے۔

اس ضابطے کے تحت عورتوں کے ساتھ کم عمری ہی سے ظلم برداشت کا آغاز ہو جاتا ہے۔ ہندو مذہب میں بیوہ شادی نہیں کر سکتی۔ لہٰذا کم عمری میں بیوہ ہونے والی لڑکیاں تاحیات بے آسرا اور کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دی جاتی ہیں۔

B۔ عورتوں کی آزادی اور خود مختاری پر قدغن:

ہندو دھرم میں عورت کو اس انداز سے مرد کے تصرف میں دے دیا گیا کہ وہ بلاشرکت غیرے اپنے تمام اختیارات میں حاکم کی حیثیت سے عورت کو جس طرح چاہے اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کرے۔ گویا عورت آزادی کی نعمت سے محروم تھی لیکن گھر کی چار دیواری میں بھی اسے ایک غلام کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ منو کا ضابطہء قانون اس کی عکاسی اس طرح کرتا ہے۔

وہ سربراہ خانہ کے قبضہ اور حفاظت میں گھر کے اندر ٹھہری رہیں۔ عورت خواہ ایک نوجوان لڑکی، ایک بالغ دوشیزہ یا ایک بوڑھی عورت ہو وہ خود مختاری سے گھر کے اندر کوئی کام نہیں کر سکتی۔ نوجوانی میں اسے باپ کے اختیار میں اور جوانی میں اسے خاوند کے اختیار میں رہنا چاہیئے جب خاوند مر جائے تو اسے اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہنا چاہیے۔ اسے خود مختاری کو پسند نہیں کرنا چاہیے۔ اسے اپنے شوہر یا بچوں سے علیحدگی کی خواہش نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ان سے علیحدہ ہو کر دونوں خاندانوں کے لئے بدنامی کا باعث بنتی ہے(18)۔

عورت کو گھر کی چار دیواری میں محدود رہنے کے لیے یہ دلیل دی گئی ہے کہ وہ گھر کی بھلائی اور روشنی کے لیے ہیں۔ گھر میں ایک طرف عورت اور دوسری طرف دولت، حسن اور تابناکی کے درمیان کوئی فرق نہیں (19) ۔

عورت فقط اپنے شوہر کی خدمت تک محدود ہے اسے ہر حال میں شوہر کے لیے اپنے آپ کو وقف رکھنا ہے، زندگی میں اس کی

خدمت کے لیے مامور رہے اور اگر وہ مر جائے تو دوسرے شوہر کا نام بھی نہ لے اور اسی طرح زندگی کے دن پورے کر لے۔ منو کے ضابطہء قانون میں لکھا ہے:

"عورت کے لیے قربانی اور برت کرنا گناہ ہے صرف شوہر کی خدمت کرنی چاہیے، عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی مرنے کے بعد دوسرے شوہر کا نام بھی نہ لیوے، کم خوراکی کے ساتھ اپنی زندگی کے دن پورے کرے" (20)۔

ہندو مذہب نے جہاں سماجی زندگی میں عورت کو کم تر حیثیت دی وہاں اس نے عورت کی شخصیت کا بنیادی تعارف اس انداز سے کروایا کہ عورت ذات چلاکی، مکّاری، دروغ گوئی اور شیطانیت کا مجموعہ ہے یہی وجہ ہے کہ اس تصور کی روشنی میں پنپنے والے معاشرے میں عورت کو قابلِ بھروسہ نہیں سمجھا گیا اور اس کی حیثیت ایک مغرور، بے حقیقت شے سے زیادہ نہ رہی۔ منو کے قانون میں درج ہے کہ "جھوٹ بولنا عورتوں کا ذاتی خاصہ ہے" (21)۔

عورت معاشرہ کا ایک اہم ترین رکن ہے لیکن ویدک دھرم نے ان کو قعرِ مذلت میں گرا کر ان سے ہر قسم کی معاشرتی حقوق کو چھین لیا ہے۔ رگوید منڈل 10 سوکت 95 منتر 15 میں لکھتا ہے کہ:

"عورتوں کے ساتھ محبت نہیں ہو سکتی۔ عورتوں کے دل فی الحقیقت بھیڑیوں کی بھٹ ہیں"۔

دوسری جگہ میں اس طرح وارد ہے:

"اندر (آریوں کے ایشور) نے خود یہ کہا کہ عورت کا دل استقلال سے خالی ہے اور وہ عقل کی رو سے ایک نہایت ہلکی چیز ہے" (22)۔

درج بالا اقتباسات سے چار حکم مستنبط ہوتے ہیں:

i۔ کسی عورت سے مستقل محبت نہیں کی جا سکتی۔ ii۔ عورت دھوکہ باز ہے۔

iii۔ ہر عورت کی عصمت مشتبہ ہے۔ iv۔ عورت کم عقل ہے۔

C۔ عورت کی معاشرتی حیثیت:

درجہ بالا چار وجوہات کی بناء پر برہمن گرنتھیوں اور شاستر کاروں نے حسب ذیل قوانین مرتب کیے ہیں:

i۔ عورت اور شودر دونوں کی نردھن (مال سے محروم) کہا گیا ہے (23)۔

ii۔ لڑکی باپ کی جائیداد کی وارث نہیں (24)۔

iii۔ کسی عورت کو خاوند سے حکومت نہیں مل سکتی (25)۔

iv۔ اگر کسی بیوہ کو اپنے خاوند کی طرف سے جائیداد ملتی ہے تو اسے جائیداد کی بیع و فروخت کا کوئی اختیار نہیں (26)۔

v۔ اولاد ذکر کے نہ ہوتے ہوئے بھی بیٹی وارث نہیں بلکہ متبنیٰ جو غیر کا بیٹا ہوتا ہے۔ وارث ہوتا ہے (27)۔

vi۔ نکاح ثانی کی ممانعت ہے کیونکہ ایک جائیداد بلاوجہ دوسرے کے قبضہ میں نہیں جاسکتی(28)۔

vii۔ خلع کی ممانعت یعنی خاوند خواہ کتنا ہی بے رحم اور ظالم ہو، دائم المریض ہو مگر عورت کو اس سے علیحدہ ہونے کی جازت نہیں (29)۔

viii۔ عورت کا وجود صرف اس لئے ہے کہ بچے دیں، ان کی پرورش کریں اور ہر روز خانہ داری کے کام میں مصروف رہیں(30)

ix۔ عورت کو جوئے میں ہارنے اور فروخت کا جواز(31)۔

x۔ جن لڑکیوں کے بھائی نہ ہوں ان کی شادی نہیں ہوسکتی(32)۔

D۔ ویدک دھرم میں عورت کی روحانی حیثیت:

i۔ عورت کے لئے مذہبی تعلیم کی ممانعت ہے(33)۔

ii۔ مرد اور عورت دونوں کے لئے نجات کے الگ الگ راستے ہیں۔ مرد اپنے زور بازو سے مکتی مارک (طریقہ نجات) پکڑ سکتا ہے مگر عورت کی نجات خاوند پر مرمٹنے سے ہی ہوسکتی ہے، وہ براہ راست خدا سے نجات حاصل نہیں کرسکتی (34)۔

iii۔ عورت کی عصمت وپاکیزگی کے خلاف منوادھیا، برہمن، رگوید، یجروید، اتھروید اور دیگر مقدس کتب کا مطالعہ ضروری ہے۔ بعد کے لیٹریچر میں بھرتری ہر کا دیراگ شتک، یودشٹ میں عورت کو بدترین خلائق قرار دیا ہے۔

iv۔ اتھروید میں لکھا ہے کہ:

"اگر کسی عورت کے دس خاوند ہوں، مگر اس کے بعد برہمن اس کا ہاتھ پکڑ لے تو وہ برہمن کی ہوجاتی ہے، برہمن ہی خاوند ہے نہ کشتری اور نہ ویش (35)۔

ایک ہندو وکیل عورت سے متعلق اپنی رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"جس طرح درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح قوموں کے تمدن اور تہذیب پر ان کے رسم ورواج کا اثر ہے۔ ہندو دھرم میں مردوں کے حقوق نہایت اہمیت کے ساتھ تمام معاملات میں محفوظ کردیئے گئے ہیں۔ مگر یہ ایک افسوناک امر ہے کہ عورت کے حقوق کی حفاظت نہیں کی گئی۔ نہایت رنجیدہ بات ہے کہ قدیم ہندو دھرم کی بناء پر عورت کو جائیداد سمجھا گیا ہے یا ایک ایسی ہستی جو مرد سے عقل اور اخلاق کی بناء پر نہایت کم تر درجہ پر ہے۔ اس لئے ہندو شاستروں کا زور عورت کے فرائض پر ہے حقوق پر نہیں۔ اس لئے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ہندو سوسائٹی کے بنانے میں عورت کا کوئی حصہ نہیں۔ عورت کے پیدائش سے لے کر وفات تک تمام افعال زندگی، مشکلات اور مصائب بلکہ زندگی کے معمولی مقتضیات کھانے پینے، جاگنے

سونے، غسل کرنے، باہر کے معمولی کاروبار میں مرد کے رحم پر چھوڑ دیا گیا ہے اور عورت کے لئے نمبر4 خدا بنا دیا گیا ہے "(36)۔

E۔ مرد اور عورت حقوق میں برابر:

ہندوستانی معاشرے میں جہاں مردوں کا استحصال ہوتا تھا وہاں عورتوں کے لیے مساوات اور برابری کے حقوق کی حفاظت کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔ معاشرے میں عورت کا مذہبی، سماجی، کردار نہ ہونے کے برابر تھا۔ بلکہ مذہبی رسومات اور روایات نے عورت کی زندگی اجیرن بنادی تھی، ہندوانہ روایات نے مذہب کے بل بوتے پر عورت کو غلام بنا کر رکھ دیا تھا۔ نتیجتاً عام طور پر معاشرے میں گھریلو کام کاج اور مردوں کی عیش و عشرت کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی۔ ایسے عالم میں جب فرسودہ مذہبی روایات نے اپنا ڈیرہ جمایا ہوا تھا تو اس دور کے گوتم بدھ نے اس میں اصلاح کے لیے آواز بلند کی۔ اس کا آغاز اس وقت ہوا جب گوتم بدھ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ بدھ جماعت میں عورتوں کو شامل کرنا چاہیے کہ نہیں؟ اس مسئلے کو بدھ نے کیسے حل کیا ؟اس کو کرشن کمار اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"اس دور میں بدھ بیٹھے سوچ رہے تھے کہ کیا عورت کو بھی مذہبی امور میں شامل کرنا چاہیے یا نہیں ؟ان کا تذبذب اور ہچکچاہٹ ان کے دور کے سماجی رویوں اور روایات کی روشنی میں قابل فہم ہے۔ سماجی دھارے کے رخ نے عورتوں کی سنگھ (جماعت) میں شمولیت کے سوال پر بدھ کو متذبذب تو ضرور کر دیا گیا لیکن روایات شکن دھرم کی تشکیل کرنے والے (مصلح) کو اس تاریخ ساز فیصلے سے باز نہ رکھ سکا کہ دنیا دھرم مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی ایک کھلے دروازے کی مانند ہے۔ اس فیصلے سے خطے کی عورت پر سماجی اور مذہبی کردار کا تعین ہوا، عورتوں کی غیر گھریلو سرگرمیوں پر لگا رسم و رواج کا پہرہ ٹوٹ گیا اور انہیں پہلی بار احساس ہوا کہ کچھ معاملات میں وہ مردوں سے بہتر نہیں تو کمتر بھی نہیں ہیں۔ بدھ مذہب نے عورتوں کے لیے جماعت (مسنگھی) کا ایک شعبہ قائم کر کے گویا اس کو سرپرست کے رتبے سے نوازا گیا۔ اس فیصلے کے بعد عورتوں کی کثیر تعداد بدھ دھرم کی پناہ میں آگئی تو گوتم بدھ نے کھلم کھلا عورت اور مرد کے مساوی حقوق کا اعلان کیا "(37)۔

د۔ یہودیت میں عورت کا مقام:

یہودی مذہب کا شمار الہامی مذاہب میں ہوتا ہے۔ یہودیت صرف چند عقائد و نظریات کا مجموعہ نہیں بلکہ ان عقائد و نظریات کی بنیاد پر ایک باقاعدہ عملی نظام کا تصور موجود ہے۔ یہودی مذہب کے سماجی تصورات میں لین دین، اخلاقیات و سیاسیات کے نظریات شاید ترقی و ارتقا کی طرف رہنما ہوں مگر ان کے افکار نے عورت کو زندگی کے اس دھارے میں کوئی حیثیت نہیں دی۔ مرد کے مقابلے میں عورت کو کم تر دکھا کر اسے سماجی زندگی میں ایک بد اعتقادی کے دائرے میں مقید کر دیا ہے۔ یہودیت نے عورت کو ازلی گنہگار ٹھہرایا ہے اور اس کو پیدائشی بدنیت، مکار اور نسل انسانیت کی دشمن قرار دیا۔ اس کی تخلیق مرد سے ہوئی

اور اسی تصور کے ساتھ مرد کے مقابلے میں اس کی حیثیت کم ہو گئی۔ تخلیق عورت کے بارے میں یہودیوں کے ہاں یہ روایت ہے کہ عورت یعنی حوا نے آدم کو گمراہ کیا اور اسی جرم کی پاداش میں اس کو مکار اور ازلی گنہگار قرار دیا گیا۔ گویا عورت ذلت اور پست درجے کی طرف دوسرا قدم ہے جس سے اس کی حیثیت مشکوک اور بد اعتمادی کا شکار ہو جاتی ہے۔ عہد نامہ قدیم میں اس روایت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"تب خداوند نے آدم کو پکارا اور اس نے کہا تو کہاں ہے؟ اس نے کہا میں نے باغ میں تیری آواز سنی اور میں ڈرا کیونکہ میں ننگا تھا ۔ اور میں نے اپنے آپ کو چھپایا۔ اس نے کہا تجھے کس نے کہا کہ تو ننگا ہے؟ کیا تو نے درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھ کو حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا؟ جس عورت کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور میں نے کھایا اور خداوند نے عورت سے کہا کہ تو نے کیا کیا؟ عورت نے کہا کہ سانپ نے مجھ کو بہکایا تو میں نے کھایا۔ اور خداوند نے سانپ سے کہا کہ اس لیے تو نے کیا کہ تو سب چوپایوں اور دشتی جانوروں میں ملعون ٹھرا۔ تو اپنے پیٹ کے بل چلے گا اور اپنی عمر خاک چاٹے گا اور میں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالوں گا۔ وہ تیرے سر کو کچلے گا اور تو اس کی ایڑی پر کاٹے گا۔ پھر اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤں گا تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہو گی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا"(38)۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہودیوں کے نظام فکر و عمل میں عورت کو کوئی حیثیت اور مقام نہ مل سکا۔ یہودیت میں جو روایتیں بیان کی گئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کو مرد کے وجود سے پیدا کر کے اس کو دوسرے درجے کی مخلوق بنایا گیا ہے اور مزید یہ کہ جب اسے مرد کے جسم سے تخلیق کیا گیا تو اس نے مرد کو بہکایا اور مصیبت کا ارتکاب کیا اور آدم کو جنت سے نکلوایا۔ اسی طرح اس کو ازلی گنہگار اور مکّار ثابت کر کے تاحیات اس کو عدمِ اعتماد کی سند عنایت کر دی گئی۔

ر۔ عیسائیت میں عورت کا مقام:

عیسائیت یہودی مذہب کا تسلسل ہے۔ عورت کے ساتھ عیسائیت کی روّش تو اور بھی زیادہ ناپسندیدہ رہی ہے۔ اس مظلوم صنف کو جس قدر پستی میں پھینکا جا سکتا تھا پھینک دیا۔ عورت کے بارے میں عیسائیت کے جذبات کا اندازہ طرطولین کے ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے۔

"عورتو! تم نہیں جانتیں کہ تم میں سے ہر ایک حوّا ہے، خدا کا قانون ہے جو تمہاری جنس پر تھا وہ اب بھی تم میں موجود ہو تو پھر جرم بھی تم میں موجود ہو گا تم تو شیطان کا دروازہ ہو۔ تم ہی نے آسانی سے خدا کی تصویر یعنی مرد کو ضائع کیا (39)۔

عیسائیت میں خواتین کا مقام ان کے حقوق کے حوالے سے انجیل مقدس کی روایتوں کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے۔

عورت گنہگار اور بدی کی جڑ ہے:

عیسائیت میں عورت کے متعلق یہ سیاسی نظریہ قائم کیا گیا ہے کہ آدم کے جنت سے نکلوانے کی ذمہ دار عورت ہے اور چونکہ شیطان کے بہکاوے میں عورت آچکی تھی لہٰذا اسی نے آدم کو بھی بہکایا۔ گویا اس طرح عورت کی پہچان یہ کرائی گئی کہ وہ بہکانے والی ہے۔ اسی بناء پر عورت کو کلیسا میں گنہگار اور بدی کی جڑ قرار دیا گیا اور اس پر مصیبت کا محرک شیطان کے آنے کا دروازہ اور دوزخ کا راستہ بتایا گیا ہے۔ عورت کو دنیا کی ہر مصیبت، بدی کی جڑ، دنیا پر لعنت، ملامت نازل کرنے والی قرار دیا گیا (40)۔

ڈاکٹر حافظ ثانی اپنی تصنیف "تجلیات سیرت" میں عورت کے متعلق عیسائی اکابر کلیساء کی آراء نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سینٹ انتھونی: عورت شیطان کے ہتھیاروں کی کان ہے۔

سینٹ بوناونیٹر: عورت ایک بچھو ہے جو ڈسنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہے، وہ شیطان کا نیزہ ہے۔

سینٹ گریگری: عورت سانپ کا زہر القی ہے اور اژدھے کا کینہ (41)۔

عیسائی اکابرین کے قول سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ عیسائی مذہب میں خواتین کا کیا مقام ہو سکتا ہے۔ اس نظریئے کی اساس پر سماجی زندگی کی تشکیل کیسے ہو سکتی ہے؟ اور عورت معاشرے میں کیونکر عزت اور اعتماد پا سکتی ہے؟ جب کہ اسے بدی کی جڑ اور وحشی درندے سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے۔

س۔ اسلام میں خواتین کا مقام اور ان کے حقوق

تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو اسلام میں بنیادی حقوق کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنا انسان کا وجود۔ خالقِ کائنات نے جس طرح طبعی زندگی کے اسباب ہوا، پانی اور خوراک پیدائش سے پہلے عطا کر دیئے تھے اسی طرح ضابطہ ءحیات سے آدمؑ اور نسل آدم کو بذریعہ وحی آگاہ کرنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا جو آدمؑ سے شروع ہو کر محمد ﷺ پر ختم ہوا (42)۔

A۔ قرآن پاک کی روشنی میں عورت کی حیثیت:

ابو ذر قلمونی لکھتے ہیں:

"فرائض کا علم عورت کو اپنے شوہر یا والدین سے حاصل کرنا چاہیے (43) بچیاں عہد اسلامی میں بہت اہتمام سے علم حاصل کرتی تھیں، زینب جو حضرت ام سلمہؓ کی بیٹی تھیں۔ ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کی فقیہ تھیں (44) عیسیٰ ابن مسکین کے بارے میں لکھا ہے کہ صبح وہ خود لوگوں کو تعلیم دیتے تو شام کو ان کی بیٹیاں اور بھتیجیاں لوگوں کو تعلیم دیتی تھیں" (45)۔

خطیب بغدادی نے صحیح بخاری کریمہ بنت احمد المروزی سے پڑھی ہے (46)۔

خود نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹیوں کی اعلیٰ تربیت فرمائی۔ قرآن کریم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے:

قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (47)۔ "خود بھی نیک کام کر کے جہنم سے بچو اور اولاد کو بھی بچاؤ"۔

اور یہ صرف اچھی تعلیم و تربیت سے ہی ممکن ہے، امام ابن جوزیؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

" مَن كُنَّ لَهُ ثَلَاثَ بَنَاتٍ يُودِّبُهُنَّ وَيَرحَمُهُنَّ وَيَكفُلُهُنَّ فَقَد وَجَبَت لَهُ الجَنَّةُ البَتَّةَ-قَالُوا يَارَسُولَ اللهِ وَاِن كَانَا اثنَتَينِ؟ قال: وإن كانت اثنتين قَالَ: فَرَاى بَعضُ القَومِ ان لَو قِيلَ وَاحِدَة لَقَالَ وَاحِدَة"(48)۔

"جس کی تین بچیاں ہو اور وہ انہیں (اعلیٰ تربیت کے ذریعے) مؤدب ومہذب بنائے ان کے ساتھ رحمدلی کا معاملہ کرے ان کی کفالت کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ہر حال میں جنت واجب کر دی۔ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا اگر کسی کی دو بچیاں ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا دو ہوں پھر بھی یہی حکم ہے۔ بعض افراد کی رائے یہ ہے کہ اگر ایک بچی کا بھی پوچھ لیا جاتا تو آپ ﷺ یہی حکم فرماتے"(49)۔

یہاں خصوصی طور سے بچیوں کا ذکر کیا گیا ہے اس لیے کہ عرب بچوں کی تو اعلیٰ تربیت کرتے، بچیوں پر توجہ نہیں دیتے تھے۔ اعلیٰ تربیت اسی وقت ممکن ہے کہ پہلے والدین خود عمل کریں، پھر بچے بھی عمل کریں گے۔ آپ ﷺ نہ خود صدقہ کھاتے نہ حسینؓ کو کھانے دیتے(50) نہ خود جھوٹ بولتے نہ بچوں کو بولنے دیتے (51) بچوں کو کھانا کھاتے ہوئے ادب سکھاتے تھے۔

A۔ عبادت کا حق:

اگر عورت بالغ ہو جائے تو اس پر شرعاً تمام عبادات کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔ یہ اس کا فریضہ ہے اور حق بھی ہے لہٰذا اسے عبادت سے نہیں روکا جا سکتا جیسا کہ سورۃ النحل، النساء اور الاحزاب میں حکم دیا گیا ہے(52)۔

B۔ نکاح کا حق:

عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے نکاح کرے۔ اسلامی نقطہ نظر سے اسے کسی کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ﷺ کے پاس جب حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا:

اب تک کئی افراد نے فاطمہؓ کے لئے نکاح کا پیغام دیا ہے، میں نے ان کے لئے خود فاطمہؓ سے بات کی مگر فاطمہؓ کے چہرے سے ناگواری کا اظہار ملا، اس لئے منع کر دیا گیا، اب تمہاری بات بھی کر لیتے ہیں۔ پھر فاطمہؓ کی رضامندی سے آپ ﷺ نے یہ رشتہ طے فرما دیا(53) یہ آپ ﷺ کی سیرت تھی، تعلیمات بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

(عَن اَبِى سَلَمَةَ، انَّ اَبَاهُرَيرَةَ، حَدَّثَهُم انَّ النَّبِىﷺ قَالَ: لَاتُنكِحُ الايِّمُ حَتَّى تُستَامَرَ وَلَا تُنكَحُ البِكرُ حَتَّى تُستَاذَنَ، قَالُوا يَارَسُولَ الله، وَكَيفَ اِذنُهَا؟ قَالَ: اِن تَسكُتُ) (54)۔

شادی شدہ کی دوسری شادی اس کی مرضی کے بغیر نہ کی جائے اور غیر شادی شدہ سے اس کی اجازت کے بغیر نہ کریں۔ اسی طرح نکاح شغار جس میں باپ اپنی بیٹی یا بھائی اپنی بہن دوسرے کے نکاح میں بلا مہر دے کر اس کے بدلہ اس کی بیٹی یا بہن کے اپنے نکاح میں لیتا ہے یہ شرعاً ممنوع ہے اس لئے کہ عورت مال نہیں جس کا تبادلہ کوئی شخص اپنی مرضی سے کر لے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلمرَاَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى اَهلِ بَيتِ زَوجِها وَهِىَ مَسؤلَةٌ عَنهُم(55)۔

"عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے، اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا"۔
عورت کی ایک حیثیت اور شناخت بیوی کی ہے۔

C۔ مہر کا حق:

بیوی کی حیثیت قبول کرتے ہی عورت کو حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنا مہر شوہر سے وصول کرے۔ اسی طرح عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا معقول مہر مقرر کروائے۔ اور مہر میں ملنے والا مال عورت ہی کی ملکیت ہو گا۔ قرآن میں مردوں کو واضح حکم دیا گیا ہے: وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً (56)۔ "عورتوں کو ان کا حق مہر پورا پورا ادا کرو"۔

اس کی تاکید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً (57)۔ "یعنی جن عورتوں سے استفادہ کرو تو ان کا مہر بھی پورا ادا کرو"۔

ہاں اگر عورت مہر وصول کرنے کے بعد اپنی خوش دلی سے کچھ یا مکمل مہر شوہر کو واپس کر دے تو اس کے لئے اس مہر کو استعمال کرنا جائز ہے۔ مہر کتنا ہو اس کی شریعت نے کوئی حد مقرر نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے مہر کی حد مقرر کرنی چاہی تو ایک بڑھیا نے کھڑی ہو کر اعتراض کیا اور آپؓ نے اس اعتراض کو قبول کیا۔ البتہ فقہاء کی رائے ہے کہ مہر شوہر کی حیثیت کے مطابق ہو اور یہ کہ شوہر اس کے کھانے پینے، لباس اور رہائش کے اخراجات برداشت کرے۔ (58) عورت مرد سے زیادہ مالدار ہو پھر بھی بیوی کا نفقہ شوہر پر فرض ہے۔ سورۃ طلاق میں حکم ہے:

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُم (59)۔ "اپنی حیثیت کے مطابق ان کو رہنے کا مکان دو"۔

یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر اس حق کو ادا کرنے میں ناکام رہے تو صحیح بخاری کی روایت کے مطابق عورت کو حق ہے کہ مطالبہ کرے "اما ان تطعمنی و اما ان تطلقنی" ۔ "یا تو مجھے کھلاؤ ورنہ طلاق دو"۔ سورۃ طلاق کے مطابق مرد اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنے کا پابند ہے۔ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ شوہر پر بیوی کے کیا حقوق ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

عَن حَكِيمِ بنِ مُعَاوِيَةَ القُشَيرِيِّ،عَن ابِيهِ، قَالَ: قُلتُ: يَارَسُولَ الله، مَاحَقُّ زَوجَةِ اَحَدِنَا عَلَيهِ؟ قَالَ: اَن تُطعِمَهَا اِذَا طَعِمتَ، وَتَكسُوهَا اِذَا اكتَسَيتَ، اوِكتَسَبتَ، وَلَا تَضرِبِ الوَجهَ، وَلَا تُقَبِّح وَلَاتَهجُر (60)۔

"حکیم بن معاویۃ القشیری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ ہمارے اوپر اپنی بیویوں کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جو تم کھاؤ اپنی بیوی کو کھلاؤ، جو تم پہنو اسی درجہ کا لباس اسے پہناؤ، انہیں چہروں پر نہ مارو، انہیں برا بھلا نہ کہو اور ان سے الگ نہ ہو جاؤ"۔

حقوق زوجیت قائم کرنے کا حق:

اگر کوئی مرد بیوی سے حقوق زوجیت ادا کرنے میں ناکام رہے تو عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ عدالت سے نکاح فسخ (ختم)

کروالے(61)۔

D۔ خلع کا حق:

اگر شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا ناممکن نظر آئے، صلح کی کوئی صورت نہ بن سکے تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عدالت سے خلع حاصل کر کے آزاد ہو جائے(62)۔

E۔ مساوات کا حق:

اگر کسی شخص کی اور بھی بیویاں ہو تو مرد پر لازم ہے کہ وہ مساوات کا معاملہ کرے اور یہ عورت کا حق بھی ہے۔

ارشادِ نبوی ہے:"من کانت له ا مراءتان فلم یعدل بینهما جاء یوم القیامة وشقه ساقط "(63)۔

"جس کی دو بیویاں ہوں وہ ان کے درمیان عدل نہیں کرے گا تو قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا کاندھا جھکا ہوا ہو گا"۔

F۔ بچے کو دودھ پلانے سے انکار کا حق:

عورت کو حق ہے کہ عام حالات میں دودھ پلانے سے انکار کر دے اور شوہر دودھ پلانے کے لیے کسی کو ملازم رکھے، قرآن سے بھی اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے فرمایا: " وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَى "(64)۔

"اگر دودھ پلانے پر اختلاف ہو جائے تو شوہر دودھ پلانے کے لیے کسی اور عورت سے معاوضہ پر دودھ پلوائے"۔ آپ ﷺ نے بھی حلیمہؓ سے دودھ پیا اور اپنے بیٹے ابراہیم کو بھی دودھ پلوایا۔

ص۔ خواتین کے حقوق و فرائض بحیثیت ماں سیرتِ نبوی کی روشنی میں:

اسلام نے عورت کو جو مقام اور حقوق عطا کیے اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

" عَن اَنَس بِن مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ الله الجَنَّةُ تَحتَ اَقدَامِ الا مَّهاتِ(65)۔"جنت ماں کے قدموں تلے ہے"۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "ہم نے والدین سے حسن سلوک کی وصیت کی ہے۔ اس لئے کہ ماں نو ماہ تک پیٹ میں پرورش کی تکلیف اٹھاتی ہے پھر پیدائش کی تکلیف، اس کے بعد اپنے خون سے بنے ہوئے دودھ سے سیراب کرتی ہے اور اس کی پرورش میں رات کی نیند، دن کا سکون صرف کرتی ہے"(66)۔

A۔ عزت و احترام کا حق:

ماں کی عزت و احترام باپ سے بھی زیادہ ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے ماں کو باپ پر ایک درجہ زیادہ حق دیا ہے ماں چاہے سگی ہو، سوتیلی یا رضاعی (دودھ پلانے والی) یا غیر مسلم ہر حال میں یکساں ہے۔ اسی لئے واضح حکم دیا گیا کہ انہیں اف بھی نہ کہو(67) دادا، دادی، نانا، نانی اسی حکم میں ہیں۔

B۔ عقد ثانی کا حق:

اگر کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت کو دوسرے نکاح کا حق حاصل ہے۔ ایسے موقع پر اولاد یا رشتہ داروں کو اسے اپنی غیرت کے خلاف سمجھنا غلط ہے(68)۔

ط۔ خواتین کے مشترکہ حقوق سیرت طیبہ کی روشنی میں:

زندگی کا حق:

قرآن میں ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے اور ایک انسان کی زندگی بچانے کو سارے انسانوں کی زندگی بچانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا(69)

A۔ برابری کا حق:

اسلام نے تمام انسانوں کو بلا تفریق جنس برابر قرار دیا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (70)

"ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، پھر قومیں اور برادریاں بنائیں، تا کہ تعارف میں آسانی ہو، اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہ شخص ہے جو زیادہ متقی ہے"۔

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی اس کی وضاحت فرمادی "الا بالتقویٰ" جو زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے وہ زیادہ مرتبے والا ہے۔ جنس، نسل یا عہدہ کی بناء پر کوئی بڑا نہیں(71)۔

B۔ ملکیت کا حق:

خواتین کو ملکیت کا حق نہیں تھا، اسلام نے انہیں ملکیت کا حق دے کر ان کی شخصیت کو مکمل کیا۔ معروف مستشرق جرمن فاضلہ پروفیسر اینی میری شمل نے اپنے انٹرویو میں اعتراف کرتے ہوئے کہا: میرے خیال میں یہ حقیقت بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے کہ قرآن مجید نے ساتویں صدی میں خاتون کو یہ غیر معمولی حق عطا کر دیا کہ وہ نکاح کے بعد والدین کے گھر جو مال واسباب یا دولت لے کر آئے شادی کے بعد خود کمائے اس پر خالصتاً خاتون کا اختیار ہوگا، اور شوہر کو بیوی کے املاک اور جائیداد پر قطعاً کوئی اختیار اور حق حاصل نہیں۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس دور میں جبکہ یورپ میں خواتین سراسر مردوں کی محتاج تھیں۔ اسلام کتنا ترقی پسند دین تھا(72)۔

خلاصہ البحث:

احترامِ آدمیت اور نوعِ بشر کی برابری کے نظام کی بنیاد ڈالنے کے بعد اسلام نے اگلے قدم کے طور پر عالمِ انسانیت کو مذہبی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی شعبہ ہائے زندگی میں بے شمار حقوق عطا کیے۔ انسانی حقوق اور آزادیوں کے بارے میں اسلام کا تصور آفاقی اور یکساں نوعیت کا ہے۔ جو زماں و مکاں کی تاریخی اور جغرافیائی حدود سے ماوراء ہے۔ اسلام میں حقوقِ انسانی کا منشور اللہ کا عطا کردہ ہے اور اس نے یہ تصور اپنے آخری پیغمبر نبی کریم ﷺ کی وساطت سے دیا ہے۔ اسلام کے تفویض کردہ حقوق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام کے طور پر عطا کیے گئے ہیں اوران کے حصول میں انسانوں کی محنت اور کوشش کا کوئی عمل دخل نہیں۔ دنیا کے قانون سازوں کی طرف سے دیئے گئے حقوق کے برعکس یہ حقوق مستقل بالذات، مقدّس اور ناقابل تنسیخ ہیں ان کے پیچھے الٰہی منشاوارادہ کارفرماہے اس لیے انہیں کسی عذر کی بناء پر تبدیل، ترمیم یا معطل نہیں کیا جاسکتا۔ ایک حقیقی اسلامی ریاست میں ان حقوق سے عام شہری مستفیض ہو سکیں گے۔ اور کوئی ریاست یا فردِ واحد ان کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی وہ قرآن و سنّت کی طرف عطا کردہ بنیادی حقوق کو معطل یا کالعدم قرار دے سکتا ہے۔

حواشی وتعلیقات

1۔ سورۃ التکویر: 8،9۔
2۔ سید جلال الدین عمری، عورت اسلامی معاشرے میں، اسلامک پبلیکیشنز پرائیوٹ لمیٹڈ لاہور، 1996ء، ص17۔
3۔ ایضاً۔
4۔ ساجد الرحمن صدیقی، اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، ادارہ معارف اسلامی کراچی، 1973ء، ص28۔
5۔ سید جلال الدین عمری، عورت اسلامی معاشرے میں، ص18۔
6۔ ایضاً۔
7۔ ساجد الرحمن صدیقی، اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، ص38۔
8۔ سید جلال الدین عمری، عورت اسلامی معاشرے میں، ص18، 19۔
9۔ اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، ص38۔
10۔ ایضاً۔
11۔ ایضاً۔
12۔ ایضاً
13۔ ایضاً: ص 85۔

14۔ ایضاً۔

15۔ ڈاکٹر عبدالرشید ،ادیان ومذاہب کا تقابلی مطالعہ، طاہر سنز کراچی 1986ء، ص 31۔

16۔ ایضاً۔

17۔ سرکارزینی جارچوی، مادرِ کائنات، شمع بک ایجنسی کراچی، 2000ء، ص 265۔

18۔ عبداللہ مرعی بن محفوظ حامی، مترجم: ثناء اللہ، مفتی، اسلام اور دیگر مذاہب و معاشروں میں عورت کے حقوق و مسائل، دارالاشاعت کراچی، 2001ء، ص36، 37۔

19۔ ایضاً۔

20۔ سید جلال الدین عمری، عورت اسلامی معاشرہ میں، ص 29۔

21۔ ایضاً۔

22۔ رگوید منڈل سوکت 33 منتر 18۔

23۔ یجروید ادھیاء 8 منتر 5، منوادھیا 8 اشلوک 416 ،ادھیاء 9 اشلوک 199۔

24۔ اتھروید کانڈا سوکت 17، منترا یجروید، 5: 8، نرکت 3:8، منو 9:19

25۔ اتھرووید کانڈا سوکت 17 منترا۔

26۔ ایضاً۔

27۔ منوادھیاء 9۔

28۔ منو 151: 15۔

29۔ منو 154: 5۔

30۔ منو نواں باب 27۔

31۔ نرکت 4: 3۔

32۔ اتھرووید 1: 17: 1۔

33۔ منو 18: 9۔

34۔ منو 66: 2۔18: 9 اور 155: 5۔

35۔ اتھرووید، 9، 8، 17، 5۔

36۔ بھگت رام سکیرٹری انجمن ہمدرد حیوانات فیروزپور چھاؤنی۔

37۔ گوتم بدھ، کمار کرشن، ترتیب و ترمیم، خالد ارمان، لاہور نگارشات، 2001ء، ص 158، 159۔

38۔ کتاب مقدس (پرانا عہد نامہ) لاہور، بائبل سوسائٹی 2001ء، پیدائش 3 آیت 9۔17۔

39۔ تالمود، ایچ پولانو، ترجمہ سٹیفن بشیر، گوجرانوالہ، مکتبہ عناویم پاکستان، 2003ء، ص 179۔

40۔ کتاب مقدس (پرانا عہد نامہ) پیدائش 3 آیت 21۔22۔

41۔ ففرو الی اللہ ،ابی ذر القلمونی، مکتبہ ابن تیمیہ قاھرہ، ص189۔

42۔ افضل الرحمن، محمد ایوب منیر، دور جدید میں مسلمان عورت کا کردار، فیروز سنز پرائیوٹ لمٹیڈ لاہور، 1994ء، ص84۔

43۔ دکتور ابراہیم سلیمان الکردی، المرجع فی الحضارۃ العربیۃ الاسلامیۃ، ذات السلاسل الکویت 1978ء، ص415۔

44۔ ایضاً: ص 417۔

45۔ سورۃ التحریم: 6۔

46۔ احمد بن حنبل، مسند (محقق): 22/150، رقم الحدیث 14247، باب مسند جابر بن عبد اللہ۔

47۔ عبد الرحمن ابن الجوزیۃ، کتاب البر والصلۃ، المکتبۃ التجاریۃ مکہ 1993ء، ص146۔

48۔ جامع الاصول، محمد بن الاثیر الجزری دار الفکر بیروت 1997ء، 4/657، رقم، 2748۔ مزید معلومات کے لئے ملاحظہ: ریاض الصالحین امام النووی (دار احیاء الکتب العربیۃ قاہرۃ، ص149۔

49۔ عبد اللہ بن وھب بن مسلم القرشی، الجامع فی الحدیث (دار ابن الجوزی الریاض 1996ء) ، ج۲، 2/610، مسند احمد، 2/454۔

50۔ سورۃ النحل: 97، سورۃ النساء: 124 اور سورۃ الاحزاب: 38۔

51۔ اسلام میں خواتین کے حقوق، شہید مرتضیٰ مظہری، ص103۔

52۔ سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، حدیث نمبر 2133، جامع ترمذی، حدیث نمبر 1141 اور کتاب عشرۃ النساء، ح4۔

53۔ صحیح البخاری، 9/62، رقم، 7138۔

54۔ سورۃ النساء: 4۔

55۔ سورۃ النساء: 24، اس کی تائید سورۃ المائدہ: 5 اور سورۃ النساء: 20 سے بھی ہوتی ہے۔

56۔ یہ واقعہ حافظ ابو یعلیٰ نے مسروق کی روایت سے بیان کیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر، نے آیت (وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا) کے تحت اس واقعہ کو بیان کیا ہے (حافظ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، (مترجم): مولانا محمد خالد سیف، 2/68)۔

57۔ سورۃ الطلاق: 6۔

58۔ سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، کتاب النکاح باب فی حق المراۃ علی زوجہ، حدیث نمبر 2142 اور سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح باب حق المراۃ علی الزوج، حدیث نمبر 1850۔

59۔ السنن الکبریٰ بیہقی، 7/215، بحوالہ عورت اسلامی معاشرہ میں، سید جلال الدین عمری، ص366، 1994ء۔

60۔ ابو الحسن، برہان الدین المرغینانی، الھدایۃ: 2/413، مکتبہ رحمانیہ، اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ۔ اُردو بازار لاہور۔

61۔ سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، حدیث نمبر 2133، جامع ترمذی، حدیث نمبر 1114 اور کتاب عشرۃ النساء، حدیث نمبر 4۔

62۔ سورۃ الطلاق: 6۔

63۔ ابو عبد الرحمان، احمد بن شعیب بن علی النسائی، سنن النسائی، کتاب عشرۃ، ص225۔

64۔ ابو عبد اللہ، محمد بن سلامہ القضاعی المصری، مسند الشہاب، 1/102، رقم الحدیث 119، موسسہ الرسالہ بیروت لبنان۔

65۔ سورۃ الاحقاف: 15، آیت کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

66۔ مولانا اشرف علی تھانوی، حقوق العباد، ص92،93۔

67۔ ایضاً۔

68۔ سورۃ المائدہ: 32۔

69۔ سورۃ الحجرات:13۔

70۔ امام احمد بن حنبل، مسند (محقق) 38/474، رقم الحدیث 23489۔

71۔ محسن انسانیت اور حقوق انسانی، ص100۔

72۔ ایضاً۔